اللہ تعالیٰ کی محبوب رکعتین

تحریر: محمود مرزا جہلمی ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم''، جہلم

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے فجر کے بعد سورج کے بلند ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری شریف)

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: ''میرے سامنے چند اچھے لوگوں نے بیان کیا، جن میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور معتبر حضرت عمرؓ تھے کہ نبیؐ نے صبح کی نماز کے بعد آفتاب کی روشنی پھیل جانے سے قبل کوئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔'' (بخاری شریف)

۳۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔'' (لاصلوۃ بعد الوتر) (بخاری شریف)

۴۔ نماز کی اقامت کے بعد نماز مکتوبہ (یعنی جس کیلئے اقامت کہی گئی) کے سوا اور کوئی نماز نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

۵۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو فجر کی دو رکعت سنت زمین و آسمان کی ہر شئے سے بڑھ کر محبوب ہیں۔

قارئین کی سہولت کیلئے میں نے یہ حوالہ جات لکھ دیئے ہیں۔ ان سے استدعا ہے کہ وہ بخاری شریف میں انہیں خود بھی دیکھ لیں۔ اس طرح ان کا علم ذاتی ہو جائے گا اور میری معروضات پر غور فرمانے کیلئے ایک مضبوط علمی بنیاد ان کو میسر ہو گی۔

فرض کیجیئے فجر کی جماعت ہو چکی ہے اور نمازی مسجد سے آ رہے ہیں تو کیا یہ حضرات جماعت ثانیہ یا اپنی انفرادی نماز پڑھیں گے یا نہیں؟ اس کا جواب عیاں راچہ بیاں ہے کہ وہ ایسا ضرور کریں گے۔ گویا حوالہ نمبر ایک اور دو والی احادیث ان پر لاگو نہ ہوں گی۔ کیونکہ انہوں نے ابھی فجر نہ پڑھی ہے۔ وہ یہ نہ کریں گے کہ سنتیں چھوڑ دیں گے اور صرف فرض پڑھیں گے۔ وہ پوری چار رکعت ادا کریں گے یعنی دو سنت اور دو فرض پڑھیں گے۔ گویا جماعت کے ہو چکنے کے بعد بھی وہ پوری نماز فجر ادا کرنے میں آزاد ہیں اور یہ آزادی کب

تک حاصل رہے گی جب تک کہ سورج کے طلوع کا عمل شروع نہ ہو جائے۔یعنی سجدہ کے ممنوعہ اوقات سے پہلے پہلے وہ چار رکعت نماز فجر ادا کرنے میں آزاد ہیں۔ان حقائق سے یہ ظاہر ہوا کہ حوالہ نمبر ایک اور دو والی احادیث اس نمازی پر لاگو نہیں ہوں گی جس نے ابھی نماز فجر پڑھنا ہے۔فجر کی جماعت ہو چکی ہے۔لیکن وہ جانے والے نمازی جماعت ثانیہ کرالیں یا انفرادی نماز پڑھ لیں، وہ بہرحال نماز پڑھیں گے، یہاں تک تو بات صاف ہے۔

اب ہم اس نمازی کا مسئلہ لیتے ہیں جس نے دو رکعت سنت پڑھے بغیر دو رکعت فرض جماعت کے ساتھ پڑھ لئے ہوں۔اب وہ کیا کرے۔سنت پڑھے یا نہ پڑھے۔اس کا سیدھا جواب ہے کہ ضرور پڑھے اور فوراً پڑھے۔دلیل یہ ہے کہ جب پیچھے رہ جانے والے نمازی دو سنت اور دو فرض پڑھ سکتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور ان پر حدیث نمبر ایک اور دو نافذ نہیں ہوتی تو اس پر بھی لاگو نہیں ہوتی۔نماز فجر چار رکعت ہے۔دو فرض جماعت کے ساتھ ادا کر چکنے کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی فجر مکمل ہو گئی ہے۔جب وہ دو رکعت سنت پڑھ لے گا تو اس کی نماز فجر مکمل ہو گی۔اب اس پر حدیث نمبر ایک اور دو کا اطلاق ہو گا۔یہ منطق بڑی الٹی ہے کہ جس نے جماعت بھی نہ پائی یعنی وہ اتنی تاخیر سے آیا، وہ تو آزادی سے اپنی نماز پڑھ کر گھر کو سدھارے اور جو بیچارہ پہلے آیا اور جماعت پائی اسے یہ کہا جائے کہ وہ اب مسجد میں بیٹھا رہے حتیٰ کہ سورج اتنا بلند ہو جائے کہ اس کی روشنی پھیل جائے، تب وہ دو رکعت سنت ادا کرے۔

دونوں احادیث میں جماعت فجر نہیں بیان ہوئی۔اگر احادیث میں ''جماعت ہو چکنے'' کے الفاظ ہوتے تو پھر نہ جماعت ثانیہ ہو سکتی اور نہ کوئی انفرادی نماز پڑھ سکتا تھا اور وہ شخص دو رکعت سنت بھی نہ پڑھ سکتا جس نے جماعت کے ساتھ فرض پڑھ لئے ہوتے۔

دو رکعت سنت فجر کے سلسلے میں جو دل دوز مناظر مساجد کے ستونوں اور کونوں اور دیگر اوٹوں میں دیکھنے میں آتے ہیں، ان پر دل خون کے آنسو روتا ہے، یہی آنسو اس تحریر کی علت بنے ہیں جنہیں ہم برادران اسلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

قارئین یہ ضرور پوچھیں گے کہ ان دو رکعت سنت فجر کا معاملہ پیچیدہ کیوں ہو گیا ہے؟ اس کا صاف جواب ہے کہ حدیث پر شخصی اور ذاتی رائے مسلط کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جس کی دو رکعت سنت رہ جائیں وہ مسجد میں بیٹھا رہے گا یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے تب وہ یہ ادا کرے گا۔آپ کو معلوم ہے کہ جماعت فجر کے بعد سورج کم از کم ایک گھنٹہ بعد اتنا بلند ہوتا ہے کہ نمازی یہ دو رکعت پڑھ سکے۔لیکن کوئی بھی نمازی یہ

شرط پوری نہیں کرسکتا۔ اب جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ نمازی آ رہے ہیں، جماعت کھڑی ہے یا کھڑی ہونے کو تیار ہے۔ مگر سب لوگ دھڑا دھڑ سنت ادا کر رہے ہیں۔ قیام نہ تعوذ، سجدہ نہ رکوع بس ایک ہی دھن سر پر سوار ہے کہ کسی طرح فارغ ہوں اور جماعت میں داخل ہوں۔ حالانکہ حوالہ نمبر 4 والی حدیث واضح طور پر کہتی ہے کہ اقامت ہو جانے کے بعد نماز باجماعت کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ یہاں قرآن مجید کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے: ''جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سنو'' امام جماعت میں قرآن سنا رہا ہے اور لوگ سرپٹ سنتیں ادا کر رہے ہیں۔ کہاں کا قرآن اور کہاں کا سننا۔ ہر سر میں ایک ہی سودا سمایا ہوا ہے کہ کسی طرح سنتوں کا حساب برابر ہو جائے اور جماعت مل جائے ورنہ بعد میں گھنٹہ بھر مسجد میں رکنا پڑے گا۔ یہاں یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ امام کی رفتار سے اندازہ کرو کہ وہ کب تک سلام پھیر دے گا۔ اس حساب سے اپنی برق رفتاری سے کام لو اور دو رکعت سنت سے نپٹ لو اور جماعت پکڑ لو مگر وائے حسرتا۔ یہ منظر کتنا ہی دردناک ہوتا ہے کہ ساری عجلت، ساری افراتفری اور برق رفتاری کے باوجود امام نے سلام پھیر دیا اور لوگ جماعت کی برکات و درجات سے محروم رہ کر سنت ہی ادا کرتے رہ گئے۔ اگر قرآن کے سننے کا حوالہ دیا جائے تو اس کا حل بھی ذاتی رائے سے نکال کر بتا دیا گیا کہ سنت کسی ستون کے ساتھ لگ کر پڑھ لو یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ستون کی اوٹ میں کر لینا جائز ہے۔ بھلے لوگو! اگر جماعت ہونے کے دوران یہ سنتیں ادا ہو سکتی ہیں تو پھر اوٹ کی کیا حاجت ہے؟ کیا علیم وخبیر و سمیع و بصیر اللہ اوٹ میں ہونے والے کام سے بے خبر ہے؟ ہمارے نزدیک یہ بہت بڑی جسارت ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی خود اللہ کے گھر میں کی جائے۔ پہلے تو آپ نے خود ہی نمازیوں پر اپنی ذاتی رائے نافذ کی اور انہیں مسجد میں بیٹھے رہنے اور سورج بلند ہونے کے بعد سنتیں ادا کرنے کا حکم دیا اور جب وہ یہ بے جا تکلف اٹھانے پر تیار نہ ہوئے تو خود ہی انہیں چور دروازے بتائے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر کوئی شخص، جو امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ میں شامل نہ ہوا، اسے کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کتنے بڑے اجر و ثواب سے محروم ہو گیا ہے، تو وہ ساری عمر اس نقصان پر روتا رہے۔'' یہ صرف تکبیر تحریمہ کا ثواب ہے۔ پوری نماز باجماعت کا کتنا ثواب ہوگا، اس کا اندازہ، اس سے کرلیں۔ جو لوگ سنتیں ادا کرنے میں کلی یا جزوی طور پر نماز باجماعت کا ثواب ضائع کرتے ہیں، وہ اپنی محرومی پر جتنا بھی روئیں کم ہے، مگر وہ کیا کریں۔ ان کی رہنمائی ہی نہیں کی گئی اور انہیں غلط راہ پر لگا دیا گیا ہے۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ جونہی اقامت ہو، جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے، وہیں توڑ دے اور امام کے ساتھ

تکبیرِ تحریمہ میں شامل ہو۔ فرض نماز کی تکبیرِ تحریمہ کا اجر و ثواب، سنت نماز سے کہیں زیادہ ہے۔ موقع کی مناسبت سے ایک دنیوی مثال بھی دی جاسکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب کوئی ایکسپریس یعنی ڈاک گاڑی آتی ہے تو اسے راہ دینے کیلئے دیگر ہر قسم کی گاڑیاں مختلف سٹیشنوں پر رک جاتی ہے اور اس کے گزر جانے کے بعد راہسپار ہوتی ہے۔ نماز فرض با جماعت ایکسپریس ہے جس کے کھڑے ہوتے ہی سب نمازیں موقوف ہو جاتی ہیں۔

پہلے ایک غلط ذاتی رائے لوگوں پر مسلط کی گئی اور جب لوگوں نے اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تو چاہیے تھا کہ اکابر اپنی غلط رائے سے رجوع کرتے اور لوگوں کو فرض کے بعد سنت ادا کرنے کی اجازت دیتے مگر صحیح راہ اختیار کرنے کی جگہ اور غلط رائے دی گئی کہ امام کی رفتار دیکھو، نماز کا مرحلہ دیکھو اور اگر یہ سمجھو کہ جماعت میں شامل ہوسکنے کی کوئی صورت نظر آتی ہے تو ستون کی اوٹ میں جیسے تیسے بن پڑے سنت سے نپٹ لو۔

اب قارئین کرام کی توجہ حوالہ نمبر 5 کی طرف دلاتا ہوں کہ جن حالات میں قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، جس عجلت اور برق رفتاری سے یہ دو رکعت سنت، جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، ادا کی جاتی ہیں، بھلا ان کی یہ ادائیگی یا بے ادبی اللہ تعالیٰ کو پسند آسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! کیا اللہ کی محبوب چیزوں سے یہی سلوک کرنا چاہئے؟

جن حضرات نے مسجد میں بیٹھے رہنے اور سورج بلند ہو جانے کے بعد دو رکعت سنّت ادا کرنے کا حکم دیا ہے، ان کا پھر یہ فرض بھی بنتا ہے کہ لوگوں سے اس پر عمل کرائیں مگر وہ خود ہی چور دروازے بھی بتاتے ہیں۔ کیا استاد، کیا شاگرد، کیا امام، کیا مقتدی، کیا عالم اور کیا جاہل سبھی یہی کچھ کرتے ہیں اور بڑی دھوم سے پہلے قرآن، پھر حدیث اور آخر میں خود اپنے ہی فتویٰ کی خلاف ورزی کرتے اور کراتے ہیں۔ کیا اللہ کی یہ محبوب رکعتین اسی سلوک کی مستحق تھیں اور اسی بے ادبی کے لائق تھیں؟؟

اب حوالہ نمبر 3 پر آتے ہیں۔ کیا ان احادیث کی روشنی میں عشاء کے وتر پڑھنے کے بعد دو نفل پڑھنے کی گنجائش بھی نکل سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وتر تو عشاء کا حصہ ہیں لہذا یہ پڑھے جاسکتے ہیں۔ نفل کے لغوی معنی ہیں زائد، یعنی نفل زائد عبادت ہے۔ یہ کسی نماز کا حصہ نہیں بن سکتے ہیں اور اگر حصہ ہیں تو پھر نفل نہیں ہوسکتے۔ نفل اختیاری اور صوابدیدی عبادت ہے۔ ان کی ساری فضیلت و برکت تسلیم کر لینے کے بعد بھی انہیں نماز کا حصہ نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً اگر کوئی بندہ عشاء کے ساتھ نفل نہیں پڑھتا تو اسے عند اللہ کسی

مواخذہ کا سامنا نہ ہوگا۔ پر ہم بحث کی خاطر یہی تسلیم کر لیتے ہیں کہ نفل عشاء کا حصہ ہیں اور ان پر لاصلوۃ بعد الوتر والی حدیث نمبر 3 کا اطلاق نہیں ہوتا تو اسی قاعدے پر فجر کی دو رکعت سنت بھی جو بدرجہ اولیٰ نماز فجر کا حصہ ہیں اور ان پر لاصلوۃ بعد الصبح والی حدیث نمبر 1 کا اطلاق نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ وہاں لاصلوۃ بعد الوتر کو دو رکعت نفل پر نہ لاگو کیا جائے اور یہاں لاصلوۃ بعد الصبح کو دو رکعت سنت پر لاگو کر لیا جائے، یہ تو نری من مانی ہے۔

ہماری استدعا ہے کہ اس کھلے تضاد پر غور کریں۔ دونوں جگہیں ایک ہی درجہ کی احادیث ہیں۔ اس تضاد سے دونوں احادیث کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ کم از کم اس باہم متصادم و متناقض موقف کو تو چھوڑ یئے۔ یا تو وتر کے بعد نفل نہ پڑھیں یا پھر فجر کے بعد دو سنت بھی پڑھیں۔

آخر میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ مسنون کے مطابق دو رکعت سنت گھروں پر ادا کر کے مسجد میں آئیں اور اگر سنتیں مسجد میں ہی ادا کرنے پر اصرار ہو تو پھر اتنا وقت لے کر آئیں کہ اقامت سے پہلے پہلے انہیں پوری دل جمعی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ یہ دو رکعت نماز ادا کرنے کیلئے اول تو چار منٹ درکار ہیں، نہیں تو کم از کم تین منٹ لازماً ان کو دیں اور اقامت ہونے سے پہلے فارغ ہو لیں۔

ازواج نبیؐ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ فجر کی دو رکعت سنت خانۂ اقدس میں ادا فرماتے اور نہایت ہی حسین طریق پر ادا فرماتے۔ سلام پھیر کر اپنے مصلیٰ مبارک پر چند ساعت دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ مسجد میں تشریف لاتے تو جماعت کراتے۔ آپ بھی یہ سنت اختیار کریں۔ لیکن یہاں تو افراتفری کا عالم ہوتا ہے۔ امام جماعت کرا رہا ہے، سنت کے مطابق احسن طریق پر ادا کرنے کا موقع کہاں ہو اور دائیں پہلو پر لیٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس ٹھکا ٹھک بھاگم بھاگ کسی طرح ان سے جان چھڑائی جاتی ہے۔ اللہ کی محبوب رکعتین سے یہ بے رغبتی اور ان کی ناقدری بہت بڑی غلطی ہے۔ اللہ کو یہ کتنی محبوب ہیں، اس کا اندازہ اس سے کر لیں کہ تمام نمازوں کی قضا صرف فرائض میں ہے مگر فجر کی قضا ان دو رکعتوں سمیت واجب ہے۔ مسافر کو قصر کرنے کا حکم ہے۔ مگر فجر کی دو رکعت سنت کی قصر بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتے ہیں کہ ان کی محبوب رکعتین ہر حال میں ادا ہوں اور ہم ہیں کہ ہمارا پڑھنا، پڑھنا نہیں بلکہ ان کی بے حرمتی اور بے ادبی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض نمازیں اپنے پڑھنے والوں کو بددعا دیتی ہیں اور بعض اپنے پڑھنے والوں کے منہ پر ماردی جاتی ہیں۔ میرے خیال میں جس طرح اکثریت انہیں ادا کرتی ہے تو یہ

رکعتین ضرور اپنے پڑھنے والوں کو بد عا دیں گی اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے پڑھنے والوں کے منہ پر دے ماریں گے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اقامت سے پہلے پہلے ان سے پورے اطمینان کے ساتھ فارغ ہولیں اور اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو یا کھڑی ہونے کو تیار ہو تو فوراً جماعت میں شامل ہوں۔ جماعت سے فارغ ہو کر مسنون اذکار کریں اور فوراً سنت ادا کریں۔ اگر ان سارے دلائل کے بعد بھی کسی کو اسی پر اصرار ہو کہ سنتیں طلوع آفتاب کے بعد ہی ادا کرنا ہے تو یہی کریں مگر تکبیر ہونے کے بعد دوران جماعت مسجد کے کسی گوشے میں یا ستون کے ساتھ لگ کر ہرگز ادا نہ کریں۔ میں مفتی شرع تو نہیں کہ فتویٰ صادر کروں پر اتنی بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ تکبیر اولیٰ کے بعد دوران جماعت سنتیں ادا کرنا جائز نہیں بلکہ اقامت کے بعد ہر بندہ پابند ہے کہ ہر قسم کی نماز توڑ کر شاملِ جماعت ہو۔ وہ آئمہ کرام جو مسجد میں بیٹھے رہنے اور طلوع آفتاب کے بعد سنتیں ادا کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں وہ مکلّف ہیں کہ لوگوں سے اسی پر عمل کرائیں۔ مگر وہ خود ہی دوسری راہیں کھولتے ہیں۔ حدیث لاصلوۃ بعد الوتر کو نوافل پر لاگو نہیں کرتے اور لاصلوۃ بعد الفجر کو سنتوں پر نافذ کرتے ہیں۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ جو چاہے سو آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

ہم سب کو معلوم ہے کہ ہماری طرف حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ہم پابند ہیں کہ آپؐ کے فرمان پر عمل کریں۔ میں نے آپؐ کے پانچ فرامین کا حوالہ دیا ہے۔ انہیں خود پڑھیں اور فیصلہ کریں۔ کوئی بندہ عنداللہ اس لئے بری نہیں ہو جائے گا کہ اسے مسئلہ غلط بتایا گیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ غلط مسئلہ بتانے والے کو سزا ملے گی مگر غلط مسئلہ پر عمل کرنے والا سزا سے بچ نہ سکے گا۔ ہر بندہ مکلّف ہے کہ وہ درست مسئلہ معلوم کرے اور اس پر عمل کرے۔ یہ تحریر سادہ اور صاف ہے، کوئی بھی محترم قاری اگر اسے بے تعصب ہو کر پڑھے گا تو صحیح نتیجہ تک ضرور پہنچ جائے گا۔ جب بندہ حق تک پہنچنے کی نیت کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس پر حق ظاہر فرماتے ہیں۔

حدیث تقریری ہے کہ نماز فجر کے بعد حضور اقدسؐ نے دیکھا کہ کوئی صحابی نماز پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہوئے تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہے تھے جبکہ وہ جماعت کے ساتھ فرض پڑھ چکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا وہ دو رکعت سنت ادا کر رہے تھے۔ یہ سن کر آپؐ نے سکوت فرمایا۔ یہ حدیث کافی دلیل ہے کہ جن لوگوں کی سنتیں رہ گئی ہوں وہ جماعت کے فوراً بعد ادا کر سکتے ہین اور یہی آسان

ہے۔ اسلام سہولت کا دین ہے، تکلف کا نہیں۔ اگر کوئی صاحب حوالہ نمبر 1 اور 2 والی احادیث پر ہی عمل کرنا چاہے تو کریں۔ لیکن مسجد میں بیٹھے رہنے کی شرط حدیث میں موجود نہیں۔ یہ حدیث پر ذاتی رائے کا اضافہ ہے۔ یہ شرط نا قابل عمل ہے اور ساری افراتفری جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ شرط غیر مسنون ہے، جو نمازی طلوع آفتاب کے بعد ہی ادا کرنا چاہیں تو بے شک کریں۔ ان کا عمل بھی حدیث کے مطابق ہوگا۔ لیکن عوام کیلئے طلوع آفتاب کے بعد کاروبار، کھیتی باڑی، مزدوری یا دفتر سے کام چھوڑ کر اٹھنا، پھر سے وضو کرنا اور سنتیں ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بہرحال اگر وہ یہی کرنا چاہیں تو بے شک کریں اور جماعت سے فارغ ہو کر گھروں کو چلے جائیں اور طلوع آفتاب کے بعد جہاں چاہیں ادا کرلیں۔ لیکن ایسا کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث تقریری پر عمل ہی صحیح ہے۔ لوگ صرف اسی پر عمل کر کے قرآن و حدیث اور خود اپنے فتویٰ کی خلاف ورزی سے بچ سکتے ہیں۔ اقامت کے بعد دوران جماعت، سنتیں ادا کرنا کسی بھی قرینے سے درست نہیں ہے۔ قرآن و حدیث کے واضح احکام کو توڑنا بڑا گناہ ہے مگر کسے پروا؟ سنتیں ادا کرنے کی بھاگ دوڑ میں جماعت بھی چھوٹ جائے تو کیا غم؟

خود اپنا فتویٰ توڑنا تو کوئی اچھا عمل نہیں۔ اگر ہم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھیں تو کہا جاتا ہے کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو سنو'' مگر اپنے ہی پیروکاروں کو اس حکم کی خلاف ورزی کی اجازت دی جاتی ہے بلکہ ضرورت پڑے تو خود بھی کر لی جاتی ہے۔ امام جماعت میں قرآن سنا رہا ہے اور نمازی سنتیں ادا کرنے میں سرپٹ لگے ہیں۔ کیا وہ بہرے ہیں جو امام کی قرأت نہیں سنتے ہیں؟ ہمکہیں سبع مثانی یعنی سورۃ فاتحہ قرآن سے الگ ہے تو ہم ملزم مگر اپنے پیروکاروں کو چھٹی دی جاتی ہے کہ امام قرآن پڑھتا رہے، ان کی بلا سے وہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھتے رہیں اور سنتیں ادا کرتے جائیں۔ ؂

هم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

فرض جماعت ہو رہی ہو تو فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء سمیت کسی نماز کی سنتیں نہیں پڑھنا چاہییں۔ مگر لوگ بھی بڑے دلیر ہیں کہ عین امام کے مصلیٰ کے پیچھے سنتوں کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اب بیسیوں نمازی بیٹھے ہیں۔ جماعت کا وقت ہو چکا ہے مگر سب لوگ بے بس ہیں، یعنی خدا کے گھر میں بھی ہوشیاری دکھائی جاتی ہے، اللہ رحم فرمائے۔